مولای صلِ وسلم دائماً ابداً　　　علیٰ حبیبک خیرِ الخلقِ کلهم

درس حدیث

اُستاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنھوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالا "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است　　　خم و خمخانہ با مہر و نشاں است

کیسٹ نمبر ۱۵ سائیڈ اے یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد! عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَرَی الرِّیَّ يَخْرُجُ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ اَعْطَيْتُ فَضْلِیْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ الْعِلْمَ[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں سو رہا تھا کہ (خواب میں) دُودھ سے بھرا ہوا پیالہ لا کر مجھے دیا گیا، میں نے اس دُودھ کو پیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ (زیادہ ہونے کے سبب اس دُودھ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۷

کی) تری اور تازگی میرے ناخنوں سے پھوٹ رہی ہے اور پھر میں نے اپنا بچا ہوا دُودھ عمر بن خطابؓ کو (پینے کے لیے) دے دیا بعض صحابہؓ نے (یہ سُن کر) عرض کیا یارسول اللہ! اس دُودھ کی تعبیر میں آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا: علم"

اسلام میں ایک فرقہ گزرا ہے معتزلہ کا وہ یہ کہتے تھے کہ خواب کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ وہ خواب کی کوئی اصلیّت نہیں مانتے تھے، کسی کو خواب آ بھی گیا نظر تو ایسے ہی ہے جیسے خیالات ہیں اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے

ہارون الرشید کا دَور تو اچھّا گزرا ہے اس دَور میں حضرت امام ابویُوسف اور ان کے بعد امام محمدؒ رحمۃ اللہ علیہما یہ قاضی القضاۃ رہے ہیں۔ امام ابویُوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ اُن کے سامنے ایک کیس پیش ہُوا جس میں دعوٰی تھا خود امیر المؤمنین پر، یعنی ہارون رشید پر، اُنھوں نے اُس کو عدالت میں طلب کرلیا، مگر اُسے اعزاز و اکرام کے ساتھ بٹھاکر کہا کہ امیر المؤمنین آپ کے بارے میں یہ شکایت ہے آپ صفائی پیش کیجیے اس کی، فیصلہ بھی اُنھوں نے وہی کیا جو حق بنتا تھا۔ یہ فیصلہ امیر المؤمنین کے خلاف بنتا تھا۔ فیصلہ میں یا تو گواہ ہوتا ہے مدّعی کی طرف سے، گواہ پیش ہو گئے ہوں گے یا مدعا علیہ کو قسم اُٹھانی پڑتی ہے۔ اگر مُدعی گواہ پیش نہ کرسکے۔ مدّعٰی علیہ خود ہارون رشید تھے اُنھوں نے قسم نہ کھائی ہوگی اس لیے فیصلہ اِن کے خلاف دیا اُنھوں نے، مگر بعد میں فرماتے تھے کہ مجھے یہ افسوس رہے گا ساری عمر کہ مَیں نے ان کو اعزاز کے ساتھ کیوں بٹھایا، چاہیے تو یہ تھا جہاں مدعی کھڑا تھا یا بیٹھا تھا اُسی جگہ یہ کھڑے رہتے یا بیٹھتے، دونوں کو برابر رکھنا چاہیے تھا۔ اس میں مجھ سے انصاف میں غلطی ہُوئی کہ مَیں نے اِن کو وہ درجہ کیوں نہیں دیا ایک درجہ سے ہٹاکر ان کو ممتاز جگہ کیوں دی۔ تو اُن کا دَور تو بہت اچھا تھا۔ اُن کا لڑکا مامون رشید پڑھنے لکھنے کا بڑا شوقین تھا۔ بڑا مطالعہ کرتا تھا علم حاصل کیا۔ بڑے بڑے لوگ اس کے اتالیق بنائے گئے۔ تربیت کے لیے رکھے گئے۔ اور اس کے بھی بڑے عجیب واقعات ہیں، خوبیاں اس میں تھیں۔

ایک اتالیق نے اس کی پٹائی کی وہ رونے لگا۔ اتنے میں ایک وزیر آیا، اس نے کہا مَیں آنا چاہتا ہوں مامون کی جو رہائش تھی۔ وہاں وہ رو رہا تھا۔ یہ بچپن کی بات ہے وہ استاد کہنے لگے کہ

میرے ذہن میں خیال آیا کہ یہ رو رہا ہے اور ابھی ابھی مَیں نے اس کی پٹائی کی ہے چپت وپٹ لگائے ہَیں اور یہ وزیر آگیا ہے تو یہ وزیر سے شکایت ضرور کرے گا۔ کہتے ہَیں کہ مَیں ابھی اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ وزیر جاکر بادشاہ سے کہے گا شکایت میری لمبی چلی جائے گی تو جو لوگ بڑی علمی فضیلت رکھتے ہَیں اُن کو پھر یہ خیال ہو جاتا ہے کہ پھر مَیں نہیں پڑھاؤں گا۔ یہ خیال آتا ہے کہ اگر ایسا ہُوا تو نہیں پڑھاؤں گا، لیکن وہ کہتے ہَیں کہ جب وہ آیا تو مامون نے کہا کہ ذرا ٹھہریں، اندر آنے کی اجازت نہیں دی، اُس نے آنسو پُونچھے اپنا حلیہ ٹھیک کیا اور بڑے وقار سے بیٹھ گیا۔ پھر اُس نے کہا کہ بُلا لو، وہ آیا بیٹھا اور چلا گیا، اُس نے اِن کی شکایت یا اس طرح کے حلیہ وکھانے کی کوئی بات نہیں کی، وہ چلا گیا تو پھر اُنھوں نے پڑھانا شروع کیا وہ کہتے تھے کہ میرے ذہن میں اس کی ایک عزّت قائم ہو گئی اور اس کا وقار قائم ہوگیا، تو اُس کو مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ اُس نے یہ کیا کہ فلسفی بن گیا معتزلی ہوگیا۔

معتزلہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو چیز ہماری سمجھ قبول کرے وہ ہم مانیں ورنہ نہیں، چاہے قرآن پاک کی آیت ہو، تفسیر ہو، حدیث ہو جو سمجھ میں آئے وہ مانیں گے۔ ورنہ نہیں مانیں گے، اب چونکہ قرآن پاک کی آیت کا انکار تو کر نہیں سکتے اس لیے اُس کے ترجمہ میں تبدیلی کر لیتے تھے۔ ترجمہ میں تبدیلی کرنا یہ ایک اُن کا سلسلہ چلا آرہا ہے، چنانچہ معجزات کا وہ ہمیشہ انکار کرتے رہے ہَیں۔

تو یہ مامون الرشید جو تھا یہ خواب کا قائل نہیں تھا جیسے اور معتزلہ قائل نہیں تھے، ایک دفعہ ایسا ہُوا کہ اس نے ایک خواب دیکھا کہ مَیں ٹہلنے کے لیے گیا ہوں اور وہاں میرے ساتھ میرا موکب ہے، موکب کہتے ہَیں اُس کو جیسے یہ صدر مملکت گزرتے ہَیں تو اُن کے آگے چلتے ہیں، صبح اُٹھا تو اسی طرح نکلا باہر، باہر گیا تو دیکھا کہ اسی طرح ایک شخص آیا۔ اس کو روکا گیا اُس نے کہا آنے دو قریب، وہ قریب آیا اور خط دیا، خط کھولا تو اس میں وہی مضمون تھا جو اُس نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد خواب کا قائل ہُوا ہے، لیکن اسلام نے خواب کی تعبیر بھی دی ہے۔ حضرت یُوسُف علیہ السّلام کے خواب کا قصّہ قرآن میں آتا ہے اور حضور علیہ السّلام کے خواب کا ایک واقعہ اس حدیث میں آیا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے خواب دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق تو اس کی تعبیر دی کہ اس سے مُراد علم ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم بہت زیادہ تھا حافظہ بڑا زبردست تھا۔

ایک دفعہ کا قصہ ہے، بالاختصار ذکر کرتا چلوں یہ کہ ایک شخص نے ایک قصیدہ سُنایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے وہ قصیدہ سُنا تو اس میں ایک شعر تھا، اس کے ایک مصرع میں ایسے معنی بھی پیدا ہو سکتے تھے جو اچھے نہ ہوں اس اثناء میں آپ سے ایک آدمی نے کہا کہ میں آپ سے مسئلے پُوچھ رہا تھا۔ وہ خارجی تھا۔ بہت دیر تک مسئلے پُوچھتا رہا صبح سے اُن کی ناک میں دم کر رکھا تھا۔ آپ جواب دیتے تھے۔ اتنے میں وہ شاعر آپ کے پاس سے گزرا تو آپ نے اُسے بلا لیا اس سے شعر سُنا یہ خارجی درمیان میں کہنے لگا کہ آپ نے شعر سُنے اور میں آپ سے مسئلے پوچھ رہا تھا تو یہ شعر سُننے میں کیا خاص بات ہو گئی ثواب کی یا بہتری کی، جبکہ اس میں یہ شعر بھی ہے جس کے یہ معنی بنتے ہیں، اُنھوں نے فرمایا کہ یہ تو اُس نے نہیں کہا یَقْسَرُ اور یَقْصَرُ یعنی س اور ص کا فرق ہے صرف تو اگر صاد سے لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ شام کو سردی لگتی ہے۔ اَمَّا بِالْعَشِیِّ فَیَقْصَرُ مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس کپڑے وپڑے نہیں ہیں سامان نہیں ہے تو اس خارجی نے کہا کہ آپ کو یاد ہے یہ شعر پُورا، کہنے لگے یہ شعر کیا مجھے تو پُورا قصیدہ یاد ہو گیا جو اس نے سُنایا ہے، وہ کوئی بڑا پکا بے شرم آدمی تھا۔ مُنہ پھٹ جیسے کہتے ہیں بے تکا اُس نے کہا اچھا پھر ذرا سُنائیے مجھے یہ، اُنھوں نے وہ دوہرا دیا کہنے لگا یہ آپ نے پہلے سے سُن رکھا ہوگا اس لیے یاد ہوگا۔ اُنھوں نے کہا اس سے پُوچھ لو یہ تازہ اشعار ہیں۔ یہ شاعر موجود ہے اس سے پُوچھ لو، جب کوئی تدبیر نہ رہی تو یہی بات معین ہو گئی کہ واقعی اسی وقت سُنے ہیں اور واقعی یاد ہو گئے ایک ہی دفعہ کے سُننے میں اتنے اشعار یاد ہو جائیں بہت بڑی بات ہے۔

امام ابو یُوسف رحمہ اللہ کے بارے میں بھی یہ ہے کہ سَو حدیثیں سُن لیتے تھے ایک ہی مجلس میں تو ظاہر ہے کہ سو حدیثوں کی مجلس بہت بڑی ہوگی۔ کافی وقت لگے گا۔ وہ سُن کر ایک ہی دفعہ میں اُنھیں یاد ہو جاتی تھیں۔ آج کل بھی روزنامہ جسارت وغیرہ اخبارات میں آتے ہیں تراشے — کچھ منتخب قصے کچھ چیزیں جسارت خاص طور پر دے رہا ہے۔ ایسے واقعات عجیب عجیب اُس میں یہ انسانی کمپیوٹر وہ ایک دفعہ کوئی چیز پڑھ لیتا تھا۔ بھولتی ہی نہیں تھی اسے، تو اس کے بارے میں ہدایت کی (نام اس کا لکھا ہے) کہ اسے کوئی خُفیہ فائل نہ دکھائی جائے کیونکہ یہ تو بھولے گا نہیں۔ پھر اسے یاد رہے گی۔ پتہ نہیں کسی وقت ظاہر کر دے تو اس طرح کے لوگ تو ہیں کوئی کوئی۔

فرانس میں ایک قتل ہوگیا تھا ایک ہوٹل میں، اُس کا پتہ نہیں چل رہا تھا. معلومات کر رہے تھے اُس کی تو ایک آدمی ایسا تھا کہ جو سُنتا تھا یاد ہو جاتا تھا اس نے کہا کہ مَیں نے اُن کی آوازیں سُنی تھیں یہ یہ کہہ رہے تھے اور یہ یہ آوازیں آئی تھیں، یہ یہ کلمات تھے اور کون سی زبان کے تھے یہ اُسے نہیں پتہ اُنھوں نے پھر زبان والوں سے پُوچھا پھر اس سے معلوم ہوگیا۔ وہ پکڑا گیا۔ وجہ یہ ہُوئی کہ دُہرا دیے اس نے وہ کلمات جو سُنے تھے، تو ایسی چیزیں یہ نہیں ہے کہ یہ جھوٹی ہیں بلکہ اُن کی مثالیں دُنیا میں موجود ہیں، آجکل جو سمجھنے میں دُشواری ہوتی ہے ہمیں یہ ہمارا خیال صحیح نہیں ہے بلکہ ایسی مثالیں موجود ہیں، تو وہ خارجی ان سے کہنے لگا کہ مَیں نے آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا جس کے حافظہ کا یہ حال ہو ایک دفعہ میں اتنے اشعار یاد ہو جائیں تو حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مَیں نے حضرت عمرؓ جیسا کسی کا حافظہ اور روایت کرنے والا کوئی نہیں دیکھا وہ پوری بات نقل کر سکتے تھے اور ایک دفعہ میں یاد ہو جاتی تھی اور جو یاد ہوگئی وہ بھولتی ہی نہیں تھی۔ مَیں نے اُن جیسا نہیں دیکھا تو یہ چیزیں جو حاصل تھیں اُنہیں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے اور اللہ کی طرف سے اور یہ برکاتِ صحبہ تھیں اُن کے پاس۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی واقعہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جا رہے تھے پہلے ہی سفر میں وہ فرماتے ہیں کہ رابغ کے مقام پر مَیں سویا تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوئی۔ کہتے ہیں کہ مَیں پاؤں میں گر گیا، فرمایا کہ کیا مانگتا ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ جو کچھ پڑھا ہے وہ یاد ہو جائے اور جو نہیں پڑھا وہ مطالعہ سے نکال سکوں تو آپ نے فرمایا کہ جا تجھ کو دیا۔ اس طرح کے کلمات غالباً تحریر ہیں تو واقعتہً اُن کا یہی حال تھا کہ وہ ہر کتاب کا حوالہ بلا تکلف نکال سکتے تھے ہر وقت، جو ہم یاد بھی کر لیں اگر تو ہمیں دقت ہوگی اور تکلّف ہوگا مگر ان کا پڑھاتے وقت یہی حال تھا، وہ کتابیں ساتھ رکھ لیتے تھے اور جس کتاب کے جس حوالہ کی ضرورت ہوتی تھی وہ کتاب کھول کر نکال لیتے تھے، دیوبند میں اور کسی عالم میں یہ بات نہیں تھی، یا اُن سے پہلے مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی یہ بات، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اُس خواب کی برکات تھیں کہ جو کچھ پڑھا تھا وہ یاد ہوگیا اور جو نہیں پڑھا تھا وہ مطالعہ سے نکالنے کی اہلیّت ہوگئی کہ نہ پڑھا ہُوا بھی مطالعہ سے نکالا جا سکے اور پڑھایا جا سکے۔

مولانا انور شاہ صاحبؒ نے یہ طریقہ اپنے وفورِ علم کی وجہ سے ایجاد کیا تھا، مولانا انور شاہ صاحبؒ

کا اختلاف ہوا دیوبند میں تو وہ وہاں سے سفر کر گئے۔ ڈھابیل تشریف لے گئے، وہاں نیا مدرسہ بنا لیا یہاں ضرورت تھی کہ کوئی اسی طرح کا آدمی آئے تو پھر بلایا گیا حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو، حافظ احمد صاحب گئے۔

مجھے مولانا طفیل صاحب جن کا ہب ندی کے پاس دارالعلوم ہے کراچی میں وہ بتلاتے تھے کہ مولانا حافظ احمد صاحب سلہٹ گئے اور حضرت نے جب عذر کیا تو اُنھوں نے اپنی پگڑی ان کے پاؤں میں رکھ دی۔

حافظ احمد صاحب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ بہرحال وہ تشریف لانے پر مجبور ہوئے جب وہ آئے تو اُنھوں نے سادہ پڑھانا شروع کیا، بلا حوالہ دکھائے، مختصر، مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ طریقہ تھا کہ دکھاتے تھے حوالے، مگر اُن کے اُستاد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ نہیں تھا کہ حوالے نکال نکال کر دکھاتے رہیں تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اُستاد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ والا ہی سادہ طریقہ رکھا، لیکن پھر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب جو علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی اور مہتمم تھے اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ بھی تھے اُنھوں نے کہا کہ ذرا تفصیل ہونی چاہیے، ذرا تفصیل سے پڑھایا کیجیے۔ بس پھر اُنھوں نے وہی انداز اختیار کر لیا تفصیل والا پھر ساری عمر وہی چلتا رہا اور پہلے تو وہاں حدیث کی جماعت میں تھوڑے طالب علم ہوتے تھے۔ تیس ۳۰ پینتیس ۳۵، چالیس ۴۰، پچاس ۵۰، ساٹھ ۶۰ ستر ۷۰ بس اس سے زیادہ نہیں ہوتے تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے زمانے میں اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں تین سو ساڑھے تین سو تک ہونے لگے جماعت میں بہت بڑی تعداد بڑھ گئی، تو یہ چیزیں جو ہیں یہ ایسی ہیں کہ اللہ کی طرف سے جیسے کسی کو عطا ہو گئی ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ تعریف جو پہلے گزری ہے وہ ان کی پاکی کی تھی کہ شیطان بھی اُس راستے سے نہیں گزرے گا جدھر سے تم گزرو گے راستہ بدل دے گا اور اس حدیث شریف میں ان کے علم کی تعریف آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے علم سے نوازا اور علم بھی وہ جو پاکیزہ ترین علم ہے یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو علم پہنچا وہ خدا نے ان کو عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا سے اور ان عطاؤں سے نوازتا رہے۔